بھیرویات

صاحبزادہ ابرار احمد بگوی

بھیرہ کا ایک ثقافتی پہلو۔خواتین ورکرز

اگر بھیرہ کی تاریخ کو محفوظ اور آئندہ نسل تک پہنچانا ہے تو اس طرف توجہ دینا ہوگی۔ ہر فن ہر علم کے تابندہ ستاروں کے نام اور کام کو قلمبند کرنا چاہیے۔بھیرہ اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے اور تاریخی پہچان بھی ۔صرف ضرورت ہے ان یاداشتوں کو محفوظ کیا جائے۔

بھیرہ کا المیہ یہ ہے کہ اس قدیمی شہر کی تاریخ، کلچر، تہذیب وتمدن، رسوم جیسی کلچرل خصوصیات کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہیں کیا گیا۔ یہ تو ذکر ملتا ہے کہ بھیرہ کب تھا لیکن اہل بھیرہ کیسے تھے، کیا معاش تھا، کس سماجی مرتبے کے قبائل اور افراد بستے تھے۔ کچھ معلوم نہیں۔ پنجاب کے شیر دل حکمران راجا پورس کی فوج میں کیا اہل بھیرہ شامل تھے یا محض خوف زدہ انسان۔۔۔!

معاشرہ کی اصلاح و بہبود، ترقی اور بقا کے لیے ہر فرد حصہ لیتا ہے، مرد ہوں چاہے عورتیں ،کسی نہ کسی صورت اور انداز میں اصلاح معاشرہ کے کام میں شرکت کرنا پڑتی ہے۔

صرف مرد ہی معاشرہ کا اہم کردار نہیں بلکہ خواتین بھی کسی بھی دور میں کسی میں معاشرہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہی ہیں۔عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کے فلاحی کام اب بھی یاد رکھے جاتے ہیں۔تعلیم کے میدان میں علامہ سخاوی نے ایک ہزار سے زائد محدث/فقیہ خواتین کا ذکر کیا ہے۔جن کے علمی دروس سے عام استفادہ کیا جاتا رہا۔

تحریک پاکستان میں خواتین کے روشن اور جرات مندانہ کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔آزادی فلسطین کی جدوجہد میں فلسطینی خواتین کی شہادتیں ان کے عزم کا پتہ دے رہی ہیں۔یہود مدینہ کے مقابل میں سیدہ صفیہؓ کی بے مثال جرات اور جنگی تدبر تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

بھیرہ ایک قدیمی تہذیب کا گھوارہ ہے۔یہ ناممکن ہے کہ یہاں کی خواتین کسی بھی اصلاحی،رفاہی خدمت میں پیچھے رہی ہوں۔بدقسمتی سے بھیرہ کی زندگی کا یہ روشن چہرہ دیکھ نہیں پا رہے۔دور کیوں جایئے،قیام پاکستان سے پہلے بھیرہ میں خواتین کے اس پہلو کو آج کتنے لوگ جانتے ہیں۔۔؟شاید کوئی نہیں۔۔۔!!

یہ یادداشتیں حرف آخر نہیں۔راقم الحرورف کے ذہن میں کچھ نام اوران کی خدمات یاد آئیں۔لکھ رہا ہوں کو محفوظ رہیں۔آپ حضرات مزید اضافہ کرنا

چاہییں، ضرور قلمبند کریں تا کہ آنے والی نسل ان سے نا آشنا نہ رہے۔ تعلیم کے لئے ہر محلہ میں خواتین بچیوں کو ناظرہ قرآن مجید، پکی روٹی پڑھاتی تھیں اور کروشیا کا کام، ستارے ٹانگنے کا کام اور ازار بند کا ہنر بھی سکھایا جاتا رہا۔

بھیرہ میں تعلیم، تربیت اور وعظ ونصیحت کے لئے خواتین خانوادہ بگویہ نے اخلاص وللھیت سے کام کیا۔ ماضی قریب میں۔

شہر میں دو معروف وعظ گھر تھے۔ ایک محلہ پراچگان میں بیگم حافظ سعید احمد بگوی مرحوم دوسرا محلہ املی والا میں بیگم مولانا رشید احمد بگویؒ کا تھا۔ جہاں ہر جمعہ خواتین کا اجتماع ہوتا۔ درس قرآن، محافل میلاد، مسائل اور اصلاح رسوم کا وعظ ہوتا تھا۔ ہر جمعہ خواتین مساجد کی صفائی کے لئے اپنے گھروں سے نکلتی، مرکزی جامع بگویہ میں شہر کی خواتین کی کثیر تعداد صبح سویرے مسجد کی صفائی کے لئے آتی تھیں۔ خواتین کے احترام میں مساجد خالی ہو جاتیں کوئی بالغ مرد مسجد میں نہ رہتا۔

مسجد و مدرسہ کی خدمتگار:۔ جامعہ بگویہ میں لنگر کا ہمیشہ سے انتظام اور اہتمام چلا آ رہا ہے جو ابتداء سے خواتین نے محنت، محبت وعقیدت اور بے لوث خدمت کی ان میں مہتاب بی بی (محلہ علی بھٹہ) حجاں بلوچ، بھاگ بھری (محلہ کھوکھراں والا)

ملکانی زوجہ الف دین،سرداری ،سکینہ زوجہ نذر محمد (محلہ بوڑھی والا) میکنی ،رسولاں (محلہ علی بھٹہ) کا نام نمایاں ہے۔

بھیرہ کے کسی نہ کسی محلہ میں کسی ہندو عورت کا عطیہ کنواں کی شکل میں نظر آتا ہے۔گویا کہ صدقہ جاریہ میں بھیرہ کی خواتین نظر آتی ہیں۔محلہ پراچگان اور محلہ خواجگان کی خواتین نے غرباء کی مدد کے لیے باقاعدہ مہم چلا کر رقوم جمع کرتیں اور مستحق گھر تک پہنچاتی تھیں۔کون مستحق ہے کون حقدار یہ خواتین خوب جانتی تھیں۔معاشرہ کی اصلاح و بہبود میں اچھائی کا پھیلاؤ اور گناہوں سے روکنا ایک اہم جزو ہے۔

بھیرہ کی خواتین اس امر سے بخوبی آگاہ تھیں۔محلہ محلہ تعلیم قرآن کی وجہ سے یہ کہاوت عام تھی۔کہ"بھیرہ دیاں کراڑیاں نوں وی ڈھائی سپارے یاد ہن"،یعنی تعلیم قرآن کی آواز اور کام اس قدر تھا کہ غیر مسلم خواتین بھی سن سن کر ان سے آگاہ ہیں۔راقم الحروف کی یاداشتیں قریبی دور کی ہیں اور شہر کے معاشرتی سماجی ماحول کے مطابق شاید پوری بھی نہیں۔تاہم ان قابل قدر کرداروں کو احترام اور تاریخ میں یاد رکھا جاتا ہے۔بادشاہوں کی تعریف مخالفوں کی تنقیص تاریخ میں یہ تو چمچہ گیری ہے۔

ماشاءاللہ ہمارے مورخ اس میں خود کفیل ہیں۔

گھر ہوں یا تندور، بھیرہ کی خواتین بھی سیاست پر اپنا نظریہ رکھتی ہیں۔ اگرچہ مرد کی حاکمیت ہمیشہ ان کے نظریہ پر غالب رہیں، سیاسی ورکز/ خدمات میں حیات بی بی صاحبہ (محلہ علی بھٹہ) ملک ریاض فاطمہ صاحبہ، بشراں زوجہ مہر بشیر محلہ پیراعظم شاہ ،نسرین حطار محلہ چٹی پلی ،رانی نذیراں ،فضلیت بی بی ،حمیداں بی بی ،راجاں محلہ پراچگان اور خدیجہ بی بی زوجہ حاجی عظیم بھٹی محلہ بوڑھی والا نے بہت عملاً سیاسی اثر جمایا۔

پنجابی کلچر میں ہنرمندی ،سلیقہ شعاری اور فنی مہارت کو عورت کا حسن سمجھا جاتا رہا۔ اسی طرز فکر سے بھیرہ کے کلچر میں خواتین نے موسیقی ،ڈھولکی ، مڈوائف ہی میں نام کمایا ہے۔معروف گلوکارہ فاطمہ بھیرہ والی کی آواز نے بھیرہ کو ایک پہچان دی یہ محلہ نصیب دریائی میں رہتی تھیں۔زیناں والدہ حنیف محلہ حفظانہ ،زبیدہ بی بی زوجہ رمضان دھورا ماچھی،فاطمہ زوجہ حسین گاگے والا ڈھولک/ ڈھولکی بجانے میں صفیہ بی بی ،ثریا بی بی ،مقصوداں راچی،انیس بی بی محلہ فاضل امام کے نام قابل ذکر ہیں۔

آج کل زچگی کے لئے ہسپتال کو ترجیح دی جاتی ہے۔دایہ/ دائی پہلے یہ کام بخوبی سرانجام دیتی تھیں۔ مسلسل زچہ بچہ کی نگرانی / خدمت کرتی تھیں۔آج کل کے ہوش ربا ہسپتال کے اخراجات کے مقابلہ بہتر خدمت سرانجام دیتی تھیں۔ بھیرہ کی معروف دائیاں مائی بھولی ، فیضاں بی بی بیوہ کرم دین ،مہتاب بی بی، سوائی محلہ لالووالہ۔ فیضی ، جنت بی بی ،غلام بی بی محلہ خواجگان اور مقصوداں بی بی محلہ فاضل امام کی خدمات سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

دروس قرآن اور تعلیم القرآن کے بعد بھیرہ کی خواتین میلاد شریف کی محافل میں نعت خوانی / میلاد خوانی کرتی نظر آتی ہیں۔اپنی مخصوص نسوانی آواز اور لے کے ساتھ نعت خوانی کرتی تھیں۔تب ڈیک یالاؤڈ سپیکر نہیں ہوتے تھے۔اب تو ماشاءاللہ خواتین نعت خوان/ دروس کے لئے اپنالاؤڈ سپیکر سیٹ ہمراہ رکھتی ہیں۔ چاہے آواز دور دور تک جاتی رہے۔عورت کی آواز بارے شریعت کے حکم کی پامالی آج کل کثرت سے دیکھی جارہی ہے۔نعت خوانی میں محلہ پاکستانی کی فاطمہ دختر ملک سونی بلوچ،شہناز بی بی زوجہ ممتاز بھٹی محلہ ڈھبے والی ،ارشاد بی بی زوجہ حافظ نصیر محلہ کوہلیانوالہ، پروین بی بی زوجہ سلطان بلوچ محلہ لال والی لوکڑی معروف نام ہیں۔

تاریخ بھیرہ پر تفصیلی اور تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔وقت کے ساتھ شہر کی تہذیبی سرگرمیوں، کلچرل، رسوم ورواج اور خوشی غمی کے تہوار بھولتے جا رہے ہیں۔نئی نسل اپنے دور کے تقاضوں سے جی رہی ہے اور اس کا ماضی سے رابطہ کٹتا جا رہا ہے۔ بھیرہ کی تاریخ اور اس سے جڑا ہر پہلو انہیں بھیرہ یاد دلاتا رہے گا۔آپ بھیرہ کی تاریخ اور کلچر بارے جو کچھ جانتے ہیں ادارہ مجلس حزب الانصار، جامع مسجد بگویہ بھیرہ سے شیئر Share کریں۔ہم انہیں تحریر میں اور میوزیم میں محفوظ کریں گے۔

پنجاب ۔۔۔۔اپنی تاریخ روایات اور تہذیب وتمدن میں نمایاں ہے۔ اس کی ثقافت صدیوں پرانی ہے۔ پانچ دریاؤں کی یہ سرزمین عظیم الشان عظمت کی حامل ہے۔ٹیکسلا اور ہڑپہ کے کھنڈرات اس کے شاہد ہیں۔

بھیرہ بھی سرزمین پنجاب کا ایک قدیمی شہر ہے۔جس نے بڑے فاتحین اور حملہ آوروں کے عروج وزوال کو دیکھا۔ان کے ہاتھوں تاراج ہوا اور پھر اپنی ہمت ،محنت اور ولولہ سے دوبارہ آباد ہوتا رہا۔سکندر مقدونی کے غرور وتکبر کو بھیرہ کی سرزمین پر ایسا سبق ملا کہ آگے بڑھنے کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور دنیا کو فتح کرنے کا خواب چکنا چور ہوا۔

شکست کے باوجود فرزند پنجاب راجہ پورس کو دنیا اب بھی اس کی دلیری ہمت کو یاد رکھتی ہے ۔حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے تین صدی قبل بھیرہ اسی پنجابی حکمران راجا پورس کی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور امن وامان کا گہوارہ تھا۔

آج کا بھیرہ بہت بدل چکا ہے۔ڈیجیٹل اور سائنسی ایجادات نے ماضی کی روایات ،اقدار اور سادگی کو اپنے سحر میں لے لیا ہے۔کبھی اس شہر میں باہمی محبت اور تعلق داری اور وفاداری تھی ۔سادہ زندگی کو پر لطف بنانے کے لئے کھیل تماشہ ،میلہ اور مذہبی تقریبات عام تھیں ۔یہ تفریحات مذہب ،مسلک کے تعصب سے پاک ہوتی تھیں ۔مسلمان ، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کی خوشی میں شریک ہوتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔دیوالی وسہرہ ہندو تہوار تھے تو عیدیں شب برات مسلمانوں کے خوشی کے دن مگر ایک دوسرے کی خوشی کا احترام دلوں میں موجود تھا۔

عرس ومیلہ مذہبی تہوار اور رسوم ثقافت کی بنیاد میں ہر قوم اور ہر مذہب میں عبادات ومعاملات کے علاوہ خوشی وتفریح کا ساماں بھی موجود ہے۔بھیرہ میں ہر مذہب ہر ذات قبیلہ کے لوگ آباد تھے ۔اس لئے اس کی خوشی غمی کی رسومات اور تقریبات میں تنوع ہے۔

زراعت کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہے اور گہرا تعلق بھی۔ موسم کے لحاظ سے اکثر عرس و میلے منعقد ہوتے، خاص تاریخ اور دن کا تعین کر لیا جاتا۔ ہر سال اسے بڑے اہتمام اور جوش و خروش سے منایا جاتا تھا۔ خوشی اور کھیل کود کے یہ مظاہر انسانی صحت اور نفسیات کے لئے اکثیر کا درجہ رکھتے تھے۔ فصل اور موسم اور بزرگوں سے جڑے یہ عرس یہ میلے ایک دوسرے سے ملنے، سماجی رویے اور معاشی زندگی کو خوشگوار بناتے تھے۔ سیاحت کے فروغ کا باعث تھے اور مقامی کھیل اور کھلاڑیوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھے۔ باہمی مقابلے ہمیشہ صحت منداور دوستانہ رویہ وروایات کو برقرار رکھتے۔

مسلمان اپنے بزرگوں کے عرس عقیدت اور محبت سے مناتے تھے۔ بعض مزارات پر میلہ کا انعقاد کیا جاتا۔ بازار سجتے، کبڈی اور دنگل سے شہ زور اپنے فن کا اظہار کرتے ۔صاحب مزار کی عقیدت کے پھولوں کی چادر پوشی کی جاتی۔ محفل سماع میں قوالی کا اپنا ہی ایک لطف اور منظر ہوتا۔ رقیق القلب کو ''حال'' پڑتا کہ ادھر اُدھر سر پٹکنا، وجد میں آ کر حق ہو حق ہو کا نعرہ لگانا، بعض منچلے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جھوٹا وجد طاری کرتے تو دیکھنے کے لئے اصل ہے یا نقل، باندھ کر الٹا بانس یا درخت سے لٹکا دیا جاتا۔

اگر اصل ہے تو وجد کی یہ روحانی کیفیت برقرار رہتی ورنہ معافی کے خواستگار۔۔

مرد وزن مزار پر قرآن خوانی کرتے یا فاتحہ خوانی سے اپنی حاضری لگواتے۔عرس پر احترام اور تقدس کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا۔یہ میجک شو، سرکس یہ کنجر خانے تب نہ تھے۔بھیرہ کے نواح طرطی پور میں حضرت پیر ادھم سلطانؒ نبی شاہ میں حضرت شاہ شہابلؒ اور چک قاضی میں حضرت چھوٹے سلطانؒ کے عرس پر میلہ لگتا تھا۔پنجابی کیلنڈر کے ماہ اسوج، چیت اور ہاڑ میں منعقد ہوتے تھے۔ تحصیل بھیرہ کے موضع چاوہ میں نوشاہی فقیر اپنا مذہبی تہوار محرم میں مناتے۔

ماہ چیت میں اکثر عرس منعقد ہوتے ہیں۔شہر بھیرہ میں ایک عرس حضرت سید میراں محمدی صاحبؒ کا پورا ماہ جاری رہتا۔اگرچہ اس عرس پر میلہ تو نہ لگتا مگر سارا ماہ ہی میلہ کا سماں ہوتا۔دور دراز سے زائرین پیدل یا اپنی اپنی کرایہ کی سواری پر حاضری دیتے۔اس موقع پر بیمار اپنا خوان نکلواتے۔اسے فسد کرانا کہتے ہیں۔ان کا کہنا یہ ہوتا کہ خون نکلوانے سے شفا ملتی ہے۔(اب یہ خدا جانے شفا ملی یا نہ، کیونکہ کہاں سے یہ زائر آتا کسی کو خبر نہ تھی)زائرین کی کثرت کی وجہ سے دکانیں کھل جاتیں۔بھیرہ کی سوغات پھینیاں اور مہندی خوب بکتی۔کاروباری لحاظ سے بھی بھیرہ محروم نہ رہتا۔۔۔

بھیرہ بھلوال روڈ پر شیخ پور کہنہ ایک بزرگ حضرت شاہ شمس بخاریؒ کا مزار ہے۔ ماہ چیت میں زائرین یہاں بھی حاضری دیتے۔ خون نکلواتے اور بعد بھیرہ میں حضرت میراں محمدی صاحبؒ پر حاضری دیتے شہر میں بہت سے گمنام اہل علم کے مزارات ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کے اعراس کی محافل ہوتی ہوں مگر شہرت انہی کو حاصل رہی۔ ہندو اپنے تہوار، دیوالی، وسہرہ، رام میلا پر اپنی خوشی کا دل کھول کر اظہار کرتے۔ شہر میں ہلا گھلا رہتا۔

پھاگن میں پیر کنیا ناتھ کا میلہ بیرون دروازہ حاجی گلاب بڑے زور و شور سے لگتا۔ مذہبی اور سماجی جذبات سے سرشار ہندو بڑی کثرت سے شرکت کرتے۔

بھیرہ میں سکھوں کی بھی ایک معقول تعداد آباد تھی۔ بابا گرونا نک جی کے یہ پیروکار خوشی و مسرت کے ایام مناتے۔ بھیرہ میں مذہبی رواداری عام تھی۔ اس لئے خوشی میں کیا مسلمان کیا ہندو، کیا سکھ۔ سبھی خوشی کو خوشی ہی سمجھتے۔

فرنگی دور میں میلہ اسپاں و موشیاں کا انعقاد مختلف علاقوں میں ہوتا تھا۔ یہ روایت پاکستان بننے کے بعد بھیرہ میں جاری رہی۔ عرف عام میں اس میلہ کو ''کمیٹی'' کہا جاتا تھا۔

چونکہ تمام انتظام میونسپل کمیٹی بھیرہ کا ذمہ ہوتا تھا شاید اسی مناسبت سے اسے کمیٹی کہا جانے لگا۔میلہ میں اعلیٰ اور صحت مند نسل کے مویشی گائے، بھینس، بیل گھوڑے برائے فروخت لائے جاتے تھے۔ پنجاب کی معروف عوامی کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ جن میں نیزہ بازی، کبڈی، (کوڈی) پڑکوڈی، کشتی سرفہرست تھیں۔

پڑکوڈی کے لیے وسیع میدان درکار ہوتا ہے۔کھلاڑی اپنے حریف کو زناٹے دار تھپڑوں (چاٹوں) سے بے بس کرتے ہوئے بھاگ نکلتا۔لیکن عوام کا جوش وخروش اورنعروں تالیوں سے میدان گونج اٹھتا۔کبڈی میں قینچی کا داؤ کمال ہوتا تھا۔بعض اوقات مخالف کھلاڑی کے ٹانگ کی ہڈی فریکچر ہوجایا کرتی۔

میلہ میں چھوٹے بڑوں کی دلچسپی کے لیے جھولے، تھیٹر، سرکس، موت کا کنواں اور چڑیا گھر ہوتے جن کا ٹکٹ عام آدمی کے لئے آسان ہوتا۔توجہ حاصل کرنے کے لئے ٹینٹ کے باہر ایک سٹیج پر بے ہنگم شور آلودہ گانا اور عورت کے لباس میں مرد ناچ کر تماشیوں کو ٹکٹ خریدنے کی دعوت دیتا تھا۔طرح طرح کی مٹھائیوں کے سٹال ہوتے۔ جلیبی اور ذرا موٹی جلیب میلہ کے شرکاء پسند کرتے۔سموسہ، پکوڑے والے اپنا رنگ جماتے۔

فالودہ،فروٹ چاٹ اوردہی بھلے کی ریڑھیاں کا ہگوں سے بھری رہتیں۔ بچوں کے لئے کھلونے اور مداری والے جگہ جگہ ڈیرے ڈالے ہوتے۔شوراور گردوغباراور گرم موسم تیز دھوپ کے باوجود ہر شخص خوش باش تھا۔ نہ کرونا نہ وائرس کا ڈر، پھر وقت بدلا۔ وائرس اورکرونا سب کچھ لے ڈوبا۔ بداخلاقی اور بدلحاظی کا وائرس عام ہوا۔ فحاشی اور جسم فروشی کے لئے میلوں میں میجک شو کے نام پر کیمپ لگنے شروع ہوئے اوران کے اثرات بدنے یہ نتیجہ نکالا کہ دولت، سیاسی اثرورسوخ کے بگڑے بدقماش لوگوں نے میلہ کی رونق کو اجاڑ دیا۔ **1984**ء میں میجک شو کی لڑکیاں اٹھالی گئیں۔ رنگ رلیاں منائی گئیں اورعوام میں شدید ردعمل ہوا۔ چنانچہ اس وقت کے چیئرمین میونسپل کمیٹی بھیرہ نے میلہ کاانعقاد معطل کردیا۔ عرصہ درازتک یہ میلہ بندرہا۔ پھرایک اورچیئرمین آئے انہوں نے سرکس کے نام پر کمیٹی میلہ کا انعقادکیا۔ لیکن **2017**ء کمیشن سکینڈل نے معاملہ خراب کردیا۔ تب سے اب تک کمیٹی میلہ بھیرہ بند ہے۔

میانی بھیرہ کاایک جڑواں تاریخی شہر ہے یہاں اپریل/ وساکھ میں وساکھی میلہ لگتا ہے۔ کچھ عرصہ سے بندرہنے کے بعد **2024**ء میں پھر بحال ہوااور بڑا کامیاب رہا۔ عوام نے بڑی دلچسپی لی۔

وساکھ کے انہی ایام میں بھیرہ کی خواتین دریائے جہلم کے کنارے وساکھی منایا کرتی تھیں۔ رنگ برنگ لباس پہنے بچے اس میلہ کی رونق دوبالا کرتے۔ گھروں سے کھانا

لایا جاتا، ریڑھی بان اپنا بازار لگا لیتے تھے پھر تہذیب نو نے اس خوشی کو بھی ڈس لیا ۔قیام پاکستان سے پہلے ہندو بڑے شوق اور عقیدت سے کٹاس راج مندر (چوآ سیدن شاہ) پیدل یا اپنی سواریوں پر جوق در جوق جایا کرتے تھے، مارچ (چیت) میں شوراتری اور نومبر (پوہ) میں نوراتری کے تہوار کے لئے جاتے۔ بھیرہ میں ایک محاورہ نا'' کیدھے گے ہو، کٹاسی'' جب یاتری صبح دم یاترا کے لئے جاتے اور پوچھنے پر بتاتے کہ کٹاس راج اور دھکے ہارے واپسی پر کٹاس سے'' کٹاسی'' کہا جاتا۔ یہ ایک مذہبی تقریب تھی مگر جن جن راستوں سے یہ یاتری جاتے وہاں وہاں سماجی رویہ اور کاروبار کو فائدہ پہنچتا رہا۔

بھیرہ علم وفن میں نمایاں رہا۔ مقامی کھیلوں کا مرکز بنا علم وفن میں ماہر شخصیات نے جنم لیا اور ثقافتی سرگرمیوں میں کسی سے بھیرہ پیچھے نہیں رہا۔ تندور سماجی بیٹھک : قدیمی شہروں کے ہر محلہ میں ایک تندور ہوا کرتا تھا جہاں خواتین اپنے اپنے گھر سے آٹا گوندھ کر لایا کرتیں اور تندور والی مائی انہیں لگاتی۔ مائی کا ایک محنتی مگر محسن برداری سے تعلق ہوتا جسے ماچھی کہا جاتا تھا۔ گرم تندور میں یہ روٹی اپنی مہک کے ساتھ جب لگتی تو بھوک میں اضافہ ہی ہوتا۔ روٹی لگوانے تک بات نہ تھی بلکہ یہ جگہ محلہ کی پارلیمنٹ ہوا کرتی تھی۔ جہاں گھروں کی اندرونی کہانیاں، اشاروں کتابوں میں نشر ہوتیں

۔کھگڑے ، گلے شکوے ،قیاس آرائیاں ،مذاق ، ہلکے ہلکے نسوانی قہقے ،اس عوامی سماجی پارلیمنٹ کا روزانہ کا شیڈول ہوتا جلد روتی لگوانے کے لیے جلد تندور پر اپنی پرات مقامی زمان میں سائنڑک ترتیب سے رکھ دی جاتی ۔پھر آہستہ آہستہ چنگ یعنی روتی لگوانے ولای عورتیں جمع ہونا شروع ہوجاتیں ۔مردوں کا داخلہ ممنوع بلہ براسمجھا جاتا۔یہ خالص محلہ کی نسوانی پارلیمنٹ ہوتی تھی ۔

تندور بنانے کے لئے مہارت درکار ہوتی ہے ۔مٹی کو بڑی محنت سے گوندھا پھر بوتل نما تندور کی شکل دی جاتی ہے۔تندور کو گرم کرنے اورآگ کے لئے کیکر کا ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔ جلتے ہوئے ایندھن کا دھوان بذات خود تندور کی متوجہ کرتا کہ اب وقت ہوا چاہتا ہے۔

تندور ایک لفظ ہی شمار نہ ہوتا بلکہ ایک کرداراور رویہ کی علامت تھا۔اگر کسی بات کو پھیلا نا مقصود ہوتا تو ہاجا تا فلاں تندور تک بات پہنچادو جلد عام ہوجائیگی ۔

وقت بدلا پہلی جیسی مروت ،اپنائیت ختم ہوئی یہ محبت ،روابط و تعلق کے مواقع ختم ہوچکے ۔بھیرہ میں کم ہی تندور رہ گئے ہیں ۔ہوٹل نے ان کی جگہ لے لی ہے ۔جہاں نہ سماجی تعلقات ہیں نہ اپنائیت ۔بس رسمی ربط جو جذبات سے خالی ۔

جناب زاہد ممتاز شیخ صاحب نے اپنی ایک پوسٹ میں یاد تازہ کردی ۔شکریہ کرنل صاحب